

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اشارات

دنیا کا نظام جن الہی قوانین پر قائم ہے ان میں سے ایک قانون یہ بھی ہے کہ اشیا کو ان کے کمالات کی طرف ترقی دینے میں جس طرح مبدأ فیاض کی طرف سے علی قدر مراتب، جو بخشش کا فیضان ہوتا ہے، اسی طرح خود اشیا کو بھی کمال کے ہونے مرتبہ میں اپنے پچھلے مرتبہ کے لوازم اور مالوفات و مرغوبات کو قربان کرنا پڑتا ہے اور اس قربانی کے بغیر تحصیل کمالات کے سفر میں وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتیں۔ بخار کو پانی بننے کے لئے اپنی آزادی اور ہوائیت کو قربان کرنا پڑتا ہے، اور وہ تعلقات قبول کرنے ہوتے ہیں جو مائیت کے ساتھ مخلوق ہیں۔ پانی کو برت بننے کے لئے پھر اپنی رہی سہی آزادی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے، اپنے بہت سے آبِ خواص کی قربانی دیتی ہوتی ہے تب جا کر اُسے پتھر کی سی سختی اور شیشے کی سی صفائی اور چمک میسر ہوتی ہے۔ کیسی طرح ممکن نہیں ہے کہ بخار کے لئے حالت بخار یہیں رہتے ہوئے اور ہوا کی سی آزادی و لطافت رکھتے ہوئے وہ کمالات بھی جمع ہو جائیں جو صورت مائیت کے ساتھ مخصوص ہیں، اور وہ کمالات بھی جو برت کے لئے مقدر کئے گئے ہیں۔

یہ سنت اللہ ہے جس میں کوئی استثناء اور تغیر و تبدل نہیں، وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا۔ تمام مخلوقات عالم پر یہی قانون جاری ہے، اور سب کی طرح انسان بھی اسی کے زیر اثر ہے۔ نطفہ اپنی صورت نطفہ کو قربان کر کے صورت انسانیہ حاصل کرتا ہے، بچہ اپنے بچپن کو قربان کر کے جوانی حاصل کرتا ہے، اور جوان اپنی جوانی کو کھو کر بڑھاپے کی بزرگی حاصل کرتا ہے۔ پھر زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں ترقی کرنے اور اعلیٰ تر تک پہنچنے کے لئے انسان کچھ نہ کچھ قربانیاں نہ دینی پڑتی ہوں بڑائی اور بزرگی کا دامن ہر میدان میں قربانی

اور ایشار کے ساتھ وابستہ ہے ایک بڑے فائدہ کے لئے بہت سے نقصانات برداشت کرتے پڑتے ہیں، ایک بڑی لذت کے لئے بہت سی تلخیاں گوارا کرنی ہوتی ہیں، ایک اعلیٰ مرتبے کے لئے بہت سے آن مزد کو ہاتھ سے دینا پڑتا ہے جو ادنیٰ مراتب میں حاصل تھے جس علامہ کی جلالت علمی پر آپے شک کرتے ہیں اسے پوچھئے کہ اس نے کتنی راتیں آنکھوں میں کاٹی ہیں۔ اور کتنا خون جگر تحقیق و اکتشاف کی راہ میں کھایا جس ملک لغبار کی دولت کو دیکھ کر آپ کے منہ میں پانی بھرا آتا ہے اس سے پوچھئے کہ روپیہ کمانے کی جدوجہد میں کس طرح اس نے دن کے آرام اور رات کے چین کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے؟ جس مدبر سلطنت کے اقتدار اور شان و شوکت کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی ہیں کیا اس سے پوچھئے کہ اسے کتنی کفکشی کتنی پریشانیوں، کتنی ٹھوکروں، اور کتنی روحانی و جسمانی اذیتوں کے بعد اس مقام تک پہنچنا نصیب ہوا؟ عرض زندگی کا کوئی میدان نے لیجئے، ہر جگہ آپ یہی دیکھیں گے کہ کمال اور ترقی کا ہیتوی لذتوں کے خون سے تیار ہوتا رہے۔ اور کمال کے مراتب جتنے بلند ہوتے ہیں، ان کے لئے قربانیاں بھی اتنی ہی زیادہ درکار ہوتی ہیں۔

دنیوی کمالات سب کے سب جزئی کمالات ہیں اس لئے وہ قربانیاں بھی صرف جزئی چاہتے ہیں۔ دنیوی کمالات جتنے ہیں سب مادی ہیں یا ان میں مادے کی آمیزش ہے، اس لئے وہ قربانیاں بھی ایسی ہی ہوتی ہیں جو مادی قہم کی ہوں یا مادے سے لگاؤ رکھتی ہوں دنیوی کمالات کا مقصد نفس یا تعلقات نفس کے لئے فائدہ کا حصول ہوتا ہے، لہذا ان کے لئے صرف وہ چیزیں قربان کی جاتی ہیں جو نفس اور اس کے محبوبات و مطلوبات سے ماسخی ہیں۔ مگر کمال حقیقی کا معاملہ ان سب سے جدا گانا ہے۔ یہ کلی کمال ہے، قربانی بھی کلی چاہتا ہے۔ مادے سے مجرد و منزہ ہے، اس لئے جسم کی نہیں نفس و روح کی قربانی چاہتا ہے۔ گویا ہر شکل کے اعتبار سے اس کے لئے بھی بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں جو مادی قہم کی ہیں، یا مادے سے لگاؤ رکھتی ہیں، لیکن دراصل وہ مادے کی قربانیاں نہیں ہیں۔ بلکہ ان محبتوں، ان

ان لذتوں اور ان علاقوں کی قربانیاں ہیں جو انسانی روح اس دنیا کی مادی اشیاء کے ساتھ رکھتی ہو۔ اس کمال کا مقصود نفس یا تعلقات نفس نہیں، بلکہ حق ہے اس لئے وہ خود نفس کی قربانی چاہتا ہے اور شرط ضرورت نفس کے ساتھ ہر وہ شے اس کے لئے قربان کرنی پڑتی ہے جو نفس کو مرغوب ہو۔

✓ یہی نکتہ ہے جسے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:-

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا حُبَبْتُمْ (۱۱۰:۳)

یعنی تم نیکی کے مقام رفیع تک پہنچ نہیں سکتے جب تک کہ وہ چیزیں نہ خرچ کرو جنہیں تم عزیز و محبوب رکھتے ہو۔ یہ مآخِذُ تَنْفِقُوا کا لفظ اتنی وسعت رکھتا ہے کہ جان، مال، اولاد، رشتہ دار، دوست و ملن قوم، عزت، شہرت، ہر دلی عزیز، لذت و مسرت، عیش و آرام، عقائد و افکار، حریت خیال و آزادی عمل، غرض ہر محبوب شے اس میں داخل ہے۔ اور ان سب چیزوں کو مآخِذِ تَنْفِقُوا کے دائرے میں لیکر حکم لگایا گیا ہے کہ اگر تم "نیکی" کے اعلیٰ مراتب تک پہنچنا چاہتے ہو، تو تمہیں حق کی خاطر ان میں سے ہر چیز قربان کرنی پڑے گی۔ حق سب سے زیادہ اس کا حق ہے کہ تم اس سے محبت رکھو۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا اسْتَحْبَبْنَا لِلَّهِ جو چیز تھالیے دل میں آنا گھر کرے گی کہ اس کی محبت، حق کی محبت سے بڑھ جائے اور حق کے مقابلے میں تم اس کو عزیز رکھنے لگو، وہی بت ہے منہم ہے، بنائے شرک و کفر ہے ایسی کے مقام تک پہنچنے میں وہی ننگ لاء ہے۔ اس کمال کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو پہلی ضرب اسی بات پر لگاؤ اور اسے پاش پاش کر کے حق کی محبت کو سب محبتوں پر غالب کر دو۔

غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اسلام میں اول سے لیکر آخر تک جو کچھ ہے قربانی ہی قربانی ہے اسلام میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے انسان کو آزادی فکری و آزادی عمل کی قربانی دینی پڑتی ہے،

اسلام لانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ اب آپ اس کے لئے آزاد نہیں ہیں کہ جو عقیدہ چاہیں اختیار کریں اور جو راہ عمل پسند کریں اس پر چلنے لگیں۔ بلکہ آپ کا کام وہ اعتقاد رکھنا ہے۔ جو خدا اور رسول نے پیش کیا ہے، اور ان احکام و قوانین کے مطابق چلنا ہے جو خدا اور اس کے رسول نے مقرر کر دیے ہیں۔

اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا

جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری جانب اتارا

مِن دُونِهِ أَذِلَّةَ (۱:۱)

گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اسے چھوڑ کر ان کی پیروی نہ کرو جن کو تم نے دوست بنالیا ہے۔

یہ ”اسلام“ یا ”بیکھی“ کے راتے میں پہلا قدم ہے، اور اسی پر اتنی بڑی قربانی دینی پڑتی ہے کہ اچھے اچھے اسی مقام پر ڈگمگا جاتے ہیں یہاں زندگی کے ہر شعبے میں حلال اور حرام کے حدود ہیں، خبیث اور طیب کے امتیازات ہیں، فرائض و طاعات ہیں، حقوق و واجبات ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول نے مقرر کیا ہے۔ داعیات نفس قدم قدم پر انسان کو اٹھم و عدوان کی طرف کھینچتے ہیں، مگر اسلام مطالبہ کرتا ہے کہ حدود اللہ نفس کی ساری خواہشوں کو بھینٹ پڑھاؤ۔ لذتوں کا خون کرو، غامدوں کو قربان کر دو یہ تقویٰ اور پاکیزگی کا راہ بال سے زیادہ باریک ہے۔ اس پر ایک قدم بھی انسان اپنے جذبات و داعیات اپنے لطف اور اپنے فوائد کی قربانی دے بغیر نہیں چل سکتا۔ فضل و احسان کا مقام تو بہت بلند ہے۔ فرائض و واجبات کے ٹھیک ٹھیک بجالانے حقوق کو پوری طرح ادا کرنے، اور گناہ کے راستوں سے بچ نکلنے ہی میں نفس پر کچھ کم حیر نہیں کرنا پڑتا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا، یہ تو صرف پہلا ہی قدم ہے، یہ پورا اسلام نہیں ہے، بلکہ اسے محض اسلام میں داخلہ کا امتحان سمجھئے۔ اسلام صرف یہی نہیں ہے کہ آپ نماز پڑھیں، روزہ رکھیں، بشرط استطاعت حج اور زکوٰۃ ادا کریں، معاشی تہمتیں نہ لگائیں اور حقوق ادا کرتے رہیں بلکہ اسلام کی اصلی روح یہ ہے

کہ آپ حق کو دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز رکھیں اور جب موقع آئے تو کسی چیز کو بھی حق پر خدا کو دینے میں
دیر نہ کریں۔ اگر کوئی ایسا وقت آجائے کہ ایک طرف حق ہو اور اس کے ساتھ جان و مال کا زیاں ہو
مصیبتیں اور تکلیفیں ہوں، رسوائیاں اور ٹھوکریں ہوں اور دوسری طرف باطل ہو، اور اس کے ساتھ
عیش و آرام ہو، لطف و مسرت ہو، اور طہر و طہر کے فائدے ہوں، تو مسلمان وہی ہے جو حق کے پہلو کو اختیار
کرے، اور اس کی خاطر ان سب مصائب کو بخوشی برداشت کرے :-

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخُوفِ وَ الْجُوعِ وَ الْقَيْدِ
مِنَ الْأَمْوَالِ وَ الْأَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ، وَ نَبْشُرُ
الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ
قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ۔ ۱۹:۲۷
ہم ضرور تم کو کچھ خوف اور بھوک اور
اور ثمرات کے زیاں سے آزمائیں گے اور (اے نبی، تو ان
صبر کرنے والوں کو ثمرات دیدے جن پر اگر کوئی مصیبت
آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کے ہیں اور ہمیں اسی
کی طرف پھرنا ہے۔

اگر کسی وقت خود اپنے باپ بھائی، اہل خاندان اور دوست حق کے دشمن ہو جائیں تو مسلمان
وہی ہے جو حق کے لئے ان سب کو چھوڑ دے اور کسی سے تعلق نہ رکھے :-

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ
يُؤَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ لَوْ
كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ
بَابُ يَابُحَائِي يَارِشْتَه دَاہِی کیوں نہیں
- (۳:۵۸)

اگر کسی وقت قوم اور وطن کی حق سے دشمنی ہو جائے تو مسلمان وہی ہے جو حق کی خاطر قوم سے قطع
تعلق کرے اور وطن کو خیر باد کہدے، ورنہ اس کو منافق کہا جائیگا خواہ وہ کیسا ہی منازی پر ہیزگار ہو:
فَلَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ
يُؤَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ لَوْ
كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ
تم ان کو ہرگز دوست نہ بنانا جب تک کہ وہ خدا کی راہ

میں ہجرت نہ کریں۔

سَبِّحِ لِلّٰهِ (۴: ۱۲)

اگر کسی وقت دشمنان اسلام کے خلاف جنگ کی ضرورت پیش آجائے تو مسلمان وہی ہے جو تہذیبی پرے کر مرنے اور مارنے کے لئے نکل آئے، اور حق کی خاطر جان قربان کر دینے میں ذرا دریغ نہ کرے۔ جس نے اس موقع پر کوتاہی کی اس کا دعویٰ اسلام جھوٹا ہے خواہ کتنا ہی بڑا عابد و زاہد کیونکہ

وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَيْنِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ
وَلَعَلَّ الْمُؤْمِنِينَ وَلَعَلَّ الَّذِينَ
نَافَقُوا - (۳: ۱۷)

تھی کہ مومنوں اور منافقوں کا فرق معلوم ہو جائے۔

غرض اسلام کچھ نہیں ہے، مگر حق پر فدا ہو جانے اور ہر عزیز سے عزیز شے فدا کر دینے کا ایک عاشقانہ جذبہ جس شخص میں یہ جذبہ موجود نہ ہو۔ جو شخص حق کے مقابلے میں جان یا مال، یا اولاد یا ملک و قوم، یا کسی اور دنیوی چیز کو عزیز رکھتا ہو۔ اس کا اسلام ادھ موالیکہ بے جان ہے۔

قرآن مجید میں طسح طرح سے اس سچی اسلامی روح کو پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور ان غشی کے لئے پھیلی امتوں کے انبیاء اور صاحبین کے خداکارانہ واقعات کو موثر پیرائے میں دہرایا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو حق کی طرف بلاتے ہیں، ساہا سال بلکہ قرہاقرن تک شیڈ مصائب برداشت کرتے ہیں اور جب وہ نہیں مانتی تو خدا سے عرض کرتے ہیں کہ خدایا ان کافروں میں سے ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑ۔ ذَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيًّا - (۲: ۱۲) ان کی آنکھوں کے سامنے بیٹا غرق ہوتا ہے، بیوی تباہ ہوتی ہے، مگر ایمان میں ذرا فرق نہیں آتا۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی بدکار قوم کو چھوڑ کر ہجرت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی طرف بلایا جاتا ہے اور قید و ذلت کی دہک دی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ مجھے گناہ کے مقابلے میں قید زیادہ محبوب ہے۔ رَبِّ انِّسْنِي

أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَ بَنِي إِسْرَءِيلَ (۱۲: ۴) فرعون کے ساحر حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد بے تحلف اعلان کر دیتے ہیں کہ اُمّتِ بَرِّ الْعَالَمِينَ رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ (۱۳: ۲۶) ہم پروردگار عالم پر ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون کا خدا ہے۔ فرعون ان کو سخت عذاب و سزا دے کر دینے کی دھمکی دیتا ہے تو وہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْخِيفَةُ لِإِسْرَءِيلَ (۱۳: ۲۰)۔ تجھے جو کچھ کرنا ہے کر گذر۔ تیرا حکم تو بس اسی دنیا کی زندگی پر چل بٹھتا ہے۔ اصحاب کہف، اپنی قوم کے مذہب سے علانیہ تیری کرتے ہیں کہ ہم خداوند ارض و سما کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہ کریں گے، دَبْنَادِبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوهُمْ دُعَاؤَهُمْ (۱۸: ۲) اور جب قوم کے راتے سے ان کا راستہ الگ ہو جاتا ہے تو ہم بار عزیز اقرار ب سب کو چھوڑ کر ایک غاریں جاتی تھیں۔

ان سب سے بڑھ کر حضرت ابراہیم کی خداکاریاں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اسوہ حسنہ فرمایا ہے۔ انہوں نے حق کی خاطر وہ سب کچھ قربان کیا جو دنیا میں ایک انسان کو عزیز ہو سکتا ہے۔ باپ دادا کے مذہب کو چھوڑا اور صاف اعلان کیا کہ تمہارے معبودوں سے مجھے کچھ سروکار نہیں۔ اِنِّیْ بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ (۲۳: ۳) قوم اور سلطنت اور خود اپنے باپ سے دشمنی مول لی۔ ان کے بتوں کو توڑا قوم نے ان کو آگ کا عذاب دینا چاہا تو انہوں نے آگ کے کڑے میں گرنا قبول کیا مگر حق کو چھوڑنا گوارا نہ کیا، پھر اپنے باپ، اپنے خاندان اور اپنی قوم سب کو چھوڑ کر وطن سے تنہا ہونے پر تیار ہو گئے اور سب سے کہہ دیا کہ تمہارا اب تم سے کچھ تعلق نہیں ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی ہو گئی تا وقتیکہ تم نہ اسے واحد پر ایمان نہ لاؤ۔ کَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَّلَ بُرْءَانًا وَبَدَّلَ الْوَعْدَ وَالْغَضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تَوْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ (۱۶: ۱۱) یہ سب محبتیں قربان کر دینے کے بعد ایک محبت باقی رہ گئی تھی جو حق کی محبت کے ہلویہ ہلویہ میں جا گزرتی تھی۔ حکم ہوا کہ اس بات کو بھی توڑو جو اب میں

دکھایا گیا کہ اپنے ہاتھوں اپنے عزیز بیٹے کو جو بڑھاپے کی لکڑی تھا ذبح کر رہے ہیں حضرت حق آزمائیا کرتے تھے کہ یہ دوستی کا مدعی اولاد کی محبت کو بھی ہماری محبت پر قربان کرتا ہے یا نہیں مگر وہ سچا مسلمان اس آزمائش میں بھی پورا اترتا۔ اس کا دعویٰ عشق سچا تھا۔ جو کچھ خواب میں دیکھا تھا، بیداری میں بھی کر دکھانے پر آمادہ ہو گیا۔ اس طرح جب حق کی محبت پر ساری محبتیں قربان ہو گئیں، تب بارگاہ خداوندی سے اپنے اس بندے کو ایمان کی سند دی گئی۔ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (۳: ۳) اور اسے نوع بشری کا امام بنایا گیا۔ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (۱۵: ۲) اور تمام عالم کے مسلمانوں سے کہا گیا کہ تمہارے لئے اس کی اور اس کے ساتھیوں کی زندگی ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهُ (۱: ۶۰)

عید الاضحیٰ کا تہوار اسی روح کو سال بسال تازہ کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ قربانی کی ظاہری شکل، جانور پر چھری چلانا، اس کا خون بہانے کی نفسیہ مقصود نہیں ہے، بلکہ ان ظاہری اعمال سے دراصل اس سب سے بڑی قربانی کی یاد تازہ کرنا مقصود ہے جو حضرت ابراہیم نے محبوب حقیقی کے لئے دی تھی کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ فعل عبث ہے، ایک جانور کو ذبح کر دینے سے کیا فائدہ؟ مگر کوئی ان سے پوچھے کہ مہذب قومیں جو بڑے بڑے آدمیوں کے مجسمے نصب کرتی ہیں۔ اور ان کی برسیاں مناتی ہیں۔ ان سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ یہی ناکہ ان ظاہری علامتوں سے ان کے کارناموں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان کی تقلید کا جذبہ دلوں میں زندہ ہوتا ہے۔ بس یہی فائدہ اس قربانی کا بھی ہے۔ خدا کو جانور کا گوشت پوست اور اس کا خون نہیں پہنچتا، بلکہ وہ اپنا روف و قدویت کی روح اس کو عزیز ہے جو اس کے پاک بندے ابراہیم کے رگ و پے میں ساری تھی، اور وہ چاہتا ہے کہ ہر مسلمان میں یہی روح پیدا ہو، ہر مسلمان اسی طرح اپنی تمام محبتوں کو حق کی محبت پر قربان کرنے کے لئے آمادہ رہے۔